TPM Vol. 32, No. 1, 2025
ISSN: 1972-6325
https://www.tpmap.org/

Open Access

AN ANALYTICAL STUDY OF PASHTUN CHARACTERS IN ALLAMA IQBAL'S POETRY

DR SYED ZAFAR ULLAH BAKHSHALI[1], DR NOOR UL BASAR AMAN[2]

[1] ASSISTANT PROF DEPARTMENT OF PASHTO ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY MARDAN KP
[2] ASSISTANT PROF DEPARTMENT OF PASHTO UNIVERSITY OF MALAKAND KP

Abstract
Allama Iqbal, due to his distinguished poetry, became the National Poet of Pakistan. Amongst many other leaders and culture Iqbal has written about environment and the leaders of Pashtoon. Although Iqbal has least understanding of Pashto language but he had read about Pashtoon and their environment written in other languages known to him. He had studied the literature written by Pashto Poets in Persian and was mesmerized by their work. Iqbal has mentioned about the Khushal Khan Khattak and his influential poetry. He has written at different places about the life, living styles, and environment of Pashtuns. This study aims at analyzing the poetry of Iqbal specifically written about the /Afghan environment and the way the live.
Keywords: Allama Iqbal, Poetry, Pashto Language, Pastons, Khushal Khan Khattak

تعارف : شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال

علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔اُن کےوالد کا نام شیخ نور محمد تھا ۔اقبال نےابتدائی اور ثانوی تعلیم مشن سکول اور کالج سیالکوٹ سے حاصل کی ۔ایم اے کاامتحان اورینٹل کالج لاہور سےدیا۔انھوں نےاعلیٰ تعلیم کی حصول کے لئے یورپ کا سفر ۱۹۰۵ میں اختیار کیا۔ کیمرج یونیورسٹی سے فلسفہ اخلاق اور میونخ یونیورسٹی جرمنی سے فلسفہ ایران پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔پروفیسر ،وکیل ،سیاسی ، فلسفی ،شاعر اور ادیب کی حیثیت سے بھرپور زندگی بسر کرنے کے بعد اقبال ۶۵ سال کی عمر میں ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے اُن کامدفن بادشاہی مسجد اور شاہی قلعہ کے درمیان لاہور میں واقع ہے۔[1]

پشتون :

پشتون اس وقت افغانستان کےآ دھےسے زیادہ اور پاکستان کے دوصوبوں میں تقسیم ایک قوم ہے جو اپنی سیمابی ،طبعیت ، مخصوص آب و ہوا اور کلچر کی وجہ سے پوری دنیا میں جانی پہچانی ہے۔یہ قوم دوسری خصوصیات کے ساتھ ساتھ ادب کی وافر اثاثہ بھی رکھتی ہے۔پشتونوں کی تاریخ ایک اندازے کے مطابق پانچ ہزار سال تک ہے۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال(1877-1938) کو بجا طور شاعر مشرق کا خطاب ملا ہے۔ انھوں نےمشرق کے جملہ اقوام اور بالخصوص مسلمانوں کی طرزِ زندگی ، معاشرت اور احوال وآثار کی جس انداز میں اپنی شاعری میں عکاسی کی ہے آج تک کوئی دوسرا کوئی شاعر شاذونادر ہی کر سکا۔ علامہ اقبال کا شمار بلاشبہ اپنے دور کی نابغہ روزگارشخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ بہت سے علوم وفنون سے آشنا تھے ۔انھوں نےاپنےزورِ مطالعہ سے ہندوستان کی بہت سی اقوام کی تاریخ اور بود و باش سے اپنے آپ کو آگاہ کیا تھا۔وہ پشتونو ں کے مشاہیر اور ان کے کارناموں سے بخوبی واقف تھے، اس لیے نہ صرف اپنے تقریر وتحریر میں ان سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے ،بلکہ ان سے کافی امیدیں بھی وابستہ کر رکھی تھیں۔ علامہ اقبال کے زمانے میں چونکہ متحدہ ہندوستان محکوم تھا،اس لیے افغانستان ہی ایک ایسا اسلامی خطہ تھا جس سے مسلمانوں کوامیدیں وابستہ تھیں۔ نیز افغانستان نے ماضی میں جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے علامہ اقبال اس سے بھی باخبر تھے۔ انھوں نے خود لکھا ہے کہ جس ملک نے محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، علاوالدین خلجی، شیر شاہ سوری، احمد شاہ ابدالی، امیر امان اللہ خان،امیر عبدالرحمٰن خان اور جمال الدین افغانی جیسی ہستیاں پیدا کی ہوں ان سے ہماری دلی وابستگی قدرتی ہے۔[2]

علامہ اقبال کی خودی کا فلسفہ اور پشتونوں کی زندگی کا فلسفہ حیات "پشتو " دونو ایک ہی چیز ہے۔اُن کی شاعری میں ہماری زندگی کے بارے میں جو عقیدہ اور نظریہ گزرا ہے اور درویشی غیرت، مردانگی اور ایمان سے متعلق جوخیالات ہمارے سامنے ہے، یہ سارے وہی خیالات ہیں کہ ہمارے کلاسیکی شاعری میں عموما اور خوشحال بابا کی شاعری میں خصوصا موجود ہیں۔[3] یہی وجہ ہےکہ علامہ اقبال افغانوں سے کافی متاثر تھے۔ یہ ساری باتیں ان کے کلام میں واضح طور پر موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے نہ صرف فارسی کلام میں بلکہ اردو کلام میں بھی جگہ جگہ افغانوں کو داد وتحسین سے نوازا ہے اور جب 1933ء میں علامہ اقبال نے افغانستان کا سفر کیا تو اسی وقت مسافر کے نام سےانہوں نے ایک مثنوی لکھی جس میں اپنے سفر کے تمام حالات و واقعات کو تحریر کیا ہے۔ اسی طرح اپنی شاہکار کتاب "پیامِ مشرق" کو افغان بادشاہ امیر امان اللہ خان کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اور پھر "ملتِ افغانستان کے نام سے وصفِ کابل، وصفِ غزنی، وصف ِقندھار اور اسی طرح اور بھی بہت سارے اشعار افغانوں کے بارے میں

مختلف حوالوں سے لکھے ہیں[4]۔ علامہ اقبال افغانوں کے بڑے شہر کابل کے بارے میں اپنے تاثرات فارسی میں کچھ اسطرح بیان فرماتے ہیں۔

شہر کابل خطہ جنتِ نظیر آب ِحیوان ازرگ تاکش بگیر
چشمِ صائب ازسوادش سرمہ چین روشن و پاینده با د آن سر زمین
در ظلام شب سمن زارش نگر بسر بساط سبزه می غلط د سحر[5]

علامہ اقبال کایہی خیال پشتو کے عظیم شاعر خوشحال خان خٹک(1613-1689) کے اس خیال سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے جو کابل کے بارے میں انہوں نے بہت پہلے بیان کیا ہے۔

هغه باد چې کابل خېز دے په ما واړه عنبربېز دے
چې څوک یاد کاندي کابل په ګوګل مې شي غُلغُل
څوک چې یاد کا پېښو زړۀ زما شي منور
چې څوک یاد کاندي اټک قافیه کړم هم خټک[6]

ترجمہ(وہ ہوا جو کابل کی طرف سے آرہی ہو مجھ پر مشک وعنبر کی طرح لگ رہی ہے۔جب کوئی کابل کا ذکر کرے تو میرے دل میں اس کی یاد کا غلغلہ بلند ہو جاتا ہے۔اور جو کوئی پشاور کا ذکر چیڑے تو میرا دل منور ہو جاتا ہے۔او جب کوئی اٹک کا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ خٹک کو بھی یاد کرتاہوں کیونکہ اٹک او رخٹک لازم و ملزوم ہیں،خٹک سے مراد خوشحال خان خٹک کا خاندان ہے)

علامہ اقبال خوشحال خان خٹک کے اشعارو افکار سے کافی متاثر تھے۔ انھوں نے خوشحال خان خٹک کی فارسی شاعری یا مستشرقین کی کتابوں میں خوشحال خان خٹک کی زندگی اور اشعار کے بارے میں ضرور پڑھا ہو گا۔ اس لیے انھوں نے خوشحال خان خٹک ایک جنگجو شاعر "Khushal Khan Khattak the Afghan Warrior Poet" کے موضوع پر ایک مضمون لکھا جو اسلامک کلچر حیدر آباد دکن کے اکتوبر 1928ء کے شمار ےمیں چھپا تھا۔ اس مضمون میں اس وقت کی افغان حکومت پر زور دیا گیا تھاکہ خوشحال خان خٹک کے انقلابی افکار کا تجزیہ کرنےکے لیے کسی افغان سکالر کو اس کام پر مامور کیا جائے تاکہ وہ ایک بہترین کام کرلے، اور جب محترمہ ڈاکٹر خدیجہ فیروزالدین نے سال 1928ء میں خوشحال خان کی زندگی اور ادبی خدمات پر ڈی لٹ کی ڈگری کے لیےمقالہ لکھنے کا ارادہ کیا تو علامہ صاحب نے اسے تاکید کی کہ اس مقالے میں خوشحال خان خٹک کی سیاسی سرگرمیوں پہ ایک باب ضرور ہونا چاہیے۔[7]

بیگم خدیجہ فیروزالدین نے اپنے مقالے میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ خوشحال خان خٹک پر تحقیق کرنے کا مشورہ علامہ اقبال نے مجھے دیا تھا ،لیکن مجھے اس بات کاافسوس ہے کہ تحقیق دیر سے مکمل ہونے کی وجہ سے وہ نے اس کو اپنی زندگی میں نہیں دیکھ سکے۔

"علامہ اقبال کو تو پشتو زبان سے بھی اتنی زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئ تھی کہ اس کے نہ سمجھنے پر اظہار افسوس کرتے۔ اپنے ایک مکتوب میں جالندھر (مشرقی پنجاب)کے ایک افغان رئیس خان نیازالدین خان کو لکھتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ آپ کے خاندان میں اپنے بزرگوں کی طرح ذوق سخن باقی ہے۔ افسوس کہ مجھے پشتو نہیں آتی ورنہ میں سرحد کی مارشل شاعری کو اردو یا فارسی کا جامہ پہناتا"[8]

علامہ اقبال کے فکرو فلسفہ اور شاعری کے بنیادی نکتے بہت سے پشتون شاعروں اور دانشوروں سے ملتے ہیں ۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اس قوم اور اس کی زبان سے کافی دلچسپی رکھتے تھے اور تراجم کے ذریعے اس کا مطالعہ کرتے تھے ۔یہی وجہ ہے کہ خوشحال خان خٹک اور علامہ اقبال کے کلام میں فکروخیال اور موضوعات کی ہم آہنگی اور مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے پشتون محقیقین نے علامہ اقبال کی شاعری پر تحقیق کی ہے اور پشتون شعراء کے ساتھ تقابلی جائزہ کو اپنے تحقیق کے لیے بہ طور موضوع چنا ہے۔ اسی قسم کی تحقیق کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اقبال پشتو زبان اور پشتونوں سے کتنا شغف رکھتے تھے۔

" علامہ اقبال اور خوشحال خان خٹک دونوں کے کلام کا بغور مطالعہ کرنے والے حضرات کو ان میں فکروخیال اور موضوعات کی ہم آہنگی کا علم ضرور ہو گا۔ وہ یہ بھی جانتے ہوں گے۔ کہ ہمارے ان دونوں عظیم مفکروں کی تحریروں میں عربی اور فارسی کے اکثر الفاظ، تراکیب اصطلاحات اور استعارات وتشبیہات تک کی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ دونوں کا ملی احساس اور قومی مزاج ایک ہے۔ پسندوناپسند میں اختلاف نہیں۔ خودداری، غیرت، ننگ وناموس، عزت نفس، عالی ظرفی اور جہد ِمسلسل کی ہم فکری کے علاوہ ، مرد مومن، مردان غیور وجسور اور قائدو سردار سے متعلق تصور اور معیار بالکل ایک جیساہے"۔[9]

خوشحال خان خٹک اور علامہ اقبال میں بہت سی قدریں مشترک تھیں۔ دونوں شاعروں نے فارسی میں شعر لکھے، دونوں ایک خطے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب ہم علامہ اقبال کی شاعری کودیکھتے ہیں تو بہت آسانی کے ساتھ یہ نظریہ قائم کر سکتے ہے کہ علامہ اقبال خوشحال خان خٹک کی افکار سے بہت زیادہ متاثر تھے ۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کا تعلق سیالکوٹ سے تھا اور ان کے استاد بھی سیالکوٹ کے تھے۔ اور یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ خوشحال خان خٹک نے بھی اپنے ایک استاد عبدالحکیم سیالکوٹی کا ذکر دستارنامہ میں کیا ہے۔[10]

علامہ اقبال نے پشتونوں کی سر زمین کو ایشیاء کا دل کہا ہے ۔اگر دل بے قرارہو تو سارا بدن بے چین اور بے قرار رہتا ہے اور یہ تاریخ سے ثابت بھی ہے کہ پشتونوں کا علاقہ جب بھی ڈسٹرب ہوتا ہے تو سارا جنوبی ایشیائی ماحول میں بے ترتیبی اور بے چینی پائی جاتی ہے۔یہ خیال اسی فارسی اشعار میں بیان کیا ہے۔

آسیایک پیکرِ آب وگل است ملت ِافغان درآن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا درکشاد او کشاد آسیا
تا دل آزاد است آزاد است تن ورنہ کا ہے در رہ باداست تن

ترجمہ: ایشیا آب و گِل کا ایک پیکر ہے اور افغان قوم اس پیکر میں دل کی طرح ہے اس کا فساد اور اس کا بگاڑ ایشیا بھر میں افراتفری کا موجب ہوتا ہے۔اور اس کی آزادی میں ایشیا بھر کی آزادی کا راز مضمر ہے۔[11]

علامہ اقبال کو ایشیائی حالات و واقعات کا بخوبی اندازہ تھا کیوں کہ پشتون ایسے خطے میں قیام پذیر ہیں جو جغرافیائی لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ہندوستان، جنوبی ایشیا اور وسط ایشیائی ممالک کی گزر گاہ ہے، اس لیے یہ ایک مرکزی مقام ہے۔ اگر مرکز

میں حالات ٹھیک نہ ہو ں تو یقیناًسارےعلاقے میں بے چینی پھیل جاتی ہے۔ اور یہ بات تاریخ نے کئی بار ثابت بھی کی ہے اور آج کل بھی پشتونوں کا علاقہ خصوصا افغانستان بالکل کلامِ اقبال کی عملی تصویر بنا ہوا ہے۔

" ملت افغان کے فرزندوں کا مسکن خواہ مملکت افغانستان میں ہے یا پاکستان میں اس نے وسط ایشیاء بلکہ پورے مسلم ایشیا کو آنند پالیوں اور جیپالیوں سے بچانے میں ایک آہنی فصیل کا کام دیا ہے۔"[12]

علامہ اقبال کی خودی کا فلسفہ اور پشتونوں کی زندگی کا فلسفہ پشتو دونوں ایک ہی چیز ہے علامہ اقبال کی شاعری میں زندگی کے حوالے سے ان کی عقیدہ اور نظریہ ہماری نظروں سے گزر جاتی ہیں اور اسی طرح درویشی ، غیرت، بہادری اور ایمان سے متعلق ان کی خیالات ہمارے سامنے ہیں، یہ ساری وہ خیالات ہیں جو ہماری کی پشتو کی باقی کلاسیکی شاعری میں عموما اور اور خوشحال خان کی شاعری میں خصوصا موجود ہے۔علامہ مرحوم کی شاعری میں استعمال ہونے والی اصطلاحات ، نفسیاتی تحقیقی ، استعارات اور کنایات بھی پشتو کی بڑے شاعروں کی طرح ہیں۔ ۔۔ علامہ اقبال پشتونوں کی اتحاد و اتفاق کی ارمان رکھنے والا پشتو کے عظیم شاعر خوشحال خان خٹک سے بہت متاثر تھا[13] خوشحال خان خٹک اور اقبال کے کلام میں فن و فکر اور علامات میں کافی زیادہ مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ علامہ اقبال نے خوشحال خان خٹک پر نثر میں مضمون لکھنے کے علاوہ ان کی وصیت کو بھی شعر کا جامہ پہنایا ہے۔خوشحال خان خٹک چوں کہ ابتدا میں مغل حکمرانوں کا وفادار اور انتہا میں باغی اور دشمن تھا ، اورنگزیب عالمگیر نے جب خوشحال کو قید میں ڈالا تھا تو اسی وجہ سے وہ مغلوں کا سخت مخالف ہوا اور تا دمِ مرگ ان کے خلاف برسرِ پیکار رہا۔زندگی میں تو کیا مرنے کے بعد بھی یہی خواہش تھی کہ ان لوگوں سے دور رہوں۔خوشحال خان خٹک نے وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری لاش کو کسی ایسی جگہ پردفن کیا جائے جہاں مغلو ں کے گھوڑوں کے پاؤں کی گردوغبار بھی نہ پہنچ سکے۔

"علامہ اقبال نے اپنے منظومات میں دو مقامات پرخوشحال خٹک کا ذکر جس صحت اور جامعیت کے ساتھ کیا ہے وہ بڑے بڑے خوشحال دانوں کے لیے باعث حیرت بھی ہے اور لائق رشک بھی۔ باعث حیرت اس لیے کہ انہوں نے پشتو کے اس عظیم شاعرومفکر کا پورا مطالعہ نہ کر سکنے کے باوجود صحیح طور پر سمجھا کہ شاید و باید ہی کسی اور نے سمجھا ہو۔ اور لائق رشک اس لیے کہ خوشحال خان خٹک کو جو زندہ جاوید مقام علامہ اقبال نے دیا ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ علامہ اقبال بالِ جبریل میں "خوشحال خان خٹک کی وصیت" کےتحت فرماتے ہیں۔

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم   کہ ہونا م افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے   ستار وں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کم تر نہیں   کوہستان کا یہ بچہ ارجمند
بتاؤں تجھے ہم نشیں دل کی بات   ہے خوشحال خاں کو وہ مدفن پسند
اڑ کر نہ لائے جہاں باد کوہ   مغل شہسواروں کی گرد سمند

جن حضرات نے خوشحال خان خٹک کا بھر پور مطالعہ کیا ہے وہی علامہ اقبال کو پوری پوری داد دے سکتے ہیں کیوں کہ ان اشعار میں خوشحال خان خٹک کے خیالات، تصورات، تعلیمات اور خواہشات کی نہایت سچی عکاسی کی گئ ہے"۔[14]

پشتون من حیث القوم مسلمان ہیں اور مذہب سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتےہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شر پسند عناصر نے ان کی اس عقیدت کا استعمال غلط رنگ میں کیا ہے، فرقہ واریت کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ،اور اس وجہ سے پشتون معاشرے میں بہت سے مسائل نے بھی جنم لیا ہیں۔

"پختونوں کے قومی جرگوں میں ملا، سید اور پیر فقیر کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے باہمی تنازعات کے تصفیے بھی کرتے رہے۔ نماز میں امامت کے فرائض انجام دینے کے علاہ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھتے رہے۔ علامہ اقبال کو افغانوں کے ان مذہبی وروحانی پیشواؤں او پختونوں کی دینی غیرت وملی حمیت کا بخوبی علم تھا۔ چنانچہ ان کی ایک نظم "ابلیس کا فرمان اپنے مریدوں کے نام "کا ایک شعر یہ ہے۔

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہےیہ علاج
ملاکو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو"[15]

پشتونوں کے علاقے میں درہ خیبر ایک بہت ہی مشہور ومعروف جگہ ہے ۔ یہ پشاور سے مغرب کی طرف تقریبا ۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع مقام ہے ۔ادھر پشتونوں کی مشہور قبائل افریدی اور شینواری اقوام آباد ہیں ۔یہ بنیادی طور نہ صرف کابل اور پشاور بلکہ ہندوستان کے ساتھ سنٹرل ایشیائی ممالک کوملانے کا اہم شاہراہ بھی ہے۔اس درے کےساتھ بہت سے واقعات و حادثات اور یا دیں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس درے نے تاریخی لحاظ سے بہت اہمیت حاصل کی ہےاسی اہمیت کی خاطربہت سے ادیبوں اور شاعروں نے اس کو اپنی تحریروں میں جگہ دی ہے۔

" علامہ اقبال کابل تشریف لے جاتے وقت درہ خیبر سے گزرے انہوں نے خیبر اور اہلِ خیبر کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

طے نمودم باغ وراغ ودشت ودر   دردل او صد ہزار افسانہ است
خیبر از مردانِ حق بیگانہ نیست   درِ دل او صد ہزار افسانہ است
جادہ کم دیدم از وپیچیدہ تر   یا وہ گرد دزخم وپیچش نظر
سرز مینے کبک اور شاہین مزاج   آہوے ادگیرد از شاہان خراج[16]

علامہ اقبال نے " محراب گل افغان" کے فرضی نام سے جو اشعار لکھے ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہو تا کہ ہے کہ علامہ افغانو ں کے نفسیات سے کتنےواقف تھے۔

"محراب گل افغان کے افکار" نظم میں علامہ اقبال کے تمام اشعا ر میں مضمر افکار کا افغانوں کی ثقافتی، معاشرتی، جغرافیائی ، تاریخی، مذہبی اور سیاسی زندگی سے بہت گہر اتعلق ہے"۔[17]

نظم" محراب گل افغان کےافکار "میں شیر شاہ سوری کی زبانی وہ مختلف افغان قبائل کو ایک لڑی میں پروکر دشمن پہ ضرب کاری کے لیے اکساتے ہیں۔

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے   کہ امتیاز قبائل تمام تر خواری
عزیز ہے نام انہیں وزیری ومحسود   اپنی یہ خلعت افغانیت سے ہے عاری
ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی   کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری
وہی حرم ہے وہی اعتبا رلات ومنات   خدا نصیب کرے تجھ کو ضربت کاری[18]

جس طرح علامہ اقبال کی پشتو زبان او پشتونو ں سے محبت تھی اسی طرح پشتونوں کو بھی علامہ اقبال سے محبت تھی ۔ علامہ اقبال نے تراجم کے ذریعے پشتو اور پشتونوں کا مطالعہ کیا تھا اور پشتونوں نے علامہ اقبال کی تمام فارسی اور اردو کلام کے تراجم کیے۔

" عالمی سطح پر کلام اقبال کی آفاقی اور عالمگیر نوعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے،مختلف عالمی اور بین الاقوامی زبانوں میں اس کی تراجم کیے گئے ہیں ۔ اس طرح پشتونوں پر کلام اقبال کے بے پناہ اثر کی وجہ سے پشتو زبان کو بھی علامہ کے جملہ کلام کے تراجم کا شرف حاصل ہے۔"[19]

بے شمار اشعار میں بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی نہ کسی حوالے سے پشتونوں کا ذکر موجود ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال پشتونوں کے کردار اور ادبیات سے بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے ایک طرف ان کے کارنامے اپنی شاعری میں بیان کیے تو دوسری طرف ان کو غافل افغان کے نعروں سے جگایا اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی۔ اس کی بہترین مثالیں "خطاب بہ اقوام سرحد"،"خوشحال خان خٹک کی وصیت"،" محراب گل افغان کے افکار"،" آں سوئے افلاک"اور "درہ خیبر" ہیں جس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

---

1 عصمت بی بی، ڈاکٹر" ، خوشحال او اقبال د فکر یو والے، پی ایچ ڈی مقالہ شعبہ پشتو جامعہ پشاور 2003، ص ۳۷ اور ۵۲

2 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، 1990، ص، 47،48

3 مغموم ، یار محمد پروفسر ، د علامہ اقبال د کلام منظومۀ پښتو ترجمۀ

4 ابرار حسین سید، کابل میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سفیر، 1990، علامہ اقبال د افغانولہ نظرہ" افغانستان 2016، ص -2 ابرار حسین سید ، علامہ اقبال د افغانانو لہ نظرہ ،د پاکستان اسلامیہ جمہوریہ سفارت، کابل

5 ایضا ص 2-3

6 ایضا ص 130

7 ایضا ص95

8 عصمت بی بی، ڈاکٹر" ، خوشحال او اقبال د فکر یو والے، پی ایچ ڈی مقالہ شعبہ پشتو جامعہ پشاور 2003، ص82"

9 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص 50

10 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص98،97

11 طائر محمد نواز ، روہی ادب مترجم، صفدر علی شاہ، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ، ۲۰۰۵، ص، ۲۶

12 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص 50

13 خٹک، یار محمد مغموم، مقالہ ۔د علامہ اقبال د کلام منظومی ترجمی، مشولہ ، د ژباڑی د لاری د پښتو پرمختگ ، پشتو اکیڈمی پشاور ، ۲۰۱۹ ، ص، ٦٦

14 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص،74،75

15 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص 122،123

16 عبدالصمد خان، میر، اقبال و افغان ص 155

17 گوہر، نوید، اقبال او غنی خان کی شاعرانہ مماثلیتں، مرکہ پبلکشنرز مردان 2016، ص، 110

17 بحوالہ ، مقالہ ۔د علامہ اقبال د کلام منظومی ترجمی ، مقالہ نگارڈاکٹر یار محمد مغموم خٹک ، مشولہ ، د ژباڑی د لاری د پښتو پرمختگ ، پشتو اکیڈمی پشاور ، ۲۰۱۹ ، ص، ٦٥

19 داود، داور خان ،رنگہائے پشتو ادب ، قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت ، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص،۳۸